

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۝  
وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝

# فتنہ ڈاکٹر ذاکر نامیک

ڈاکٹر ذاکر نامیک: پوری دنیا کی فتنہ

مترجم: (مترجم) مسیحی پروفیسر شہزاد

مترجم: جامعہ اسلامیہ پشاور، جامعہ اسلامیہ پشاور

پیشہ ورانہ ادارہ، اسلام آباد

خانہ کتبہ، اسلام آباد

ابوالحسن معاویہ سلفی

ناشر:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اکیڈمی مسلم آباد حویلیاں ایبٹ آباد

## امام اعظم فی الفقہاء امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نور اللہ مرقدہ

80 ہجری کو کوفہ میں پیدا ہوئے اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت زندہ تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تابعی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ چند جلیل القدر ائمہ حدیث کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

- 1۔ الامام الحافظ المحدث شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء ج 6 ص 390 میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی لکھا ہے
- 2۔ الامام الحافظ المحدث ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب ج 5 ص 559 میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی لکھا ہے۔

3۔ الامام الحافظ المحدث الخضر بن کثیر الشافعی رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ ج 10 ص 123 میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ سے حدیث نقل کی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تسمیۃ الصحیفہ میں ان سات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام بھی لکھیں ہیں:

- 1۔ انس بن مالک 2۔ عبداللہ بن جزاعز بیدی 3۔ جابر بن عبداللہ 4۔ معقل بن یسار 5۔ داؤد بن اسحق

6۔ عائشہ بنت عمر 7۔ عبداللہ بن انیس رضوان اللہ علیہم اجمعین (تسمیۃ الصحیفہ ص 22، 23)

☆ امام ابو حنیفہ نے چار ہزار (4000) شیوخ و تابعین رحمہم اللہ سے علم حدیث حاصل کیا (مقود الجمان ص 319)

☆ الامام الحافظ المحدث شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب تذکرۃ الصحیفہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حافظ الحدیث تھے محدثین کی اصطلاح میں حافظ اسے کہتے ہیں جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں فللہ الحمد

☆ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے حماد و جن پانچ احادیث کی طرف توجہ دلائی ان کے بارے میں فرمایا: جَعَمْتُ مِنْ خَمْسٍ مِائَةِ ثَلَاثِينَ حَدِيثًا میں نے ان پانچ احادیث کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث سے کیا ہے (کتاب الوصیہ ص 65)

☆ اسی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے مجتہد ہونے کے لیے چار لاکھ احادیث کے حافظ ہونے کی شرط بیان فرمائی ہے۔ (اعلام الموقعین ج 1 ص 45)

☆ الامام الحافظ المحدث ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاثناء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقہاء کے صفحہ 193 پر ساٹھ (67) کبار محدثین کرام سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت، نقاہت، مدح و تعریف نقل کی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ڈاکٹر ڈاکر نائیک اسلام کو بالکل ایک نئی شکل میں پیش کر رہے ہیں جس سے چودہ سو سال کی امت نا آشنا تھی، غیر مقلدیت اور آزادی والا مزاج ہے۔ نوجوانوں کو اپنے اسی آزادی والے اسلام کی طرف بلانا ان کا مشن ہے، اسلاف و علماء سے بیزارى اور ان پر بد اعتمادى ان کی دعوت کا خاص پہلو ہے۔ علوم دینیہ و عربیہ سے واقفیت نہیں ہے مگر اجتہاد کا شوق ہے جو چاہا حدیث کا مطلب بیان کر دیا جس طرح چاہا قرآن کی تفسیر بیان کر دی ان کے ہاں بخاری اور مسلم کے علاوہ کسی اور حدیث کی کتاب کا کوئی وزن نہیں صحابہ کرام کے بارے میں ان کا نظریہ غیر مقلدین والا ہے۔

ان کی دینی معلومات کی حالت یہ ہے کہ وہ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ایک طاقتور یہودی کی بیٹی تھیں اور کبھی ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی بتلاتے ہیں، ایک امام کئی کئی دفعہ ایک ہی وقت کی نماز دوسروں کو پڑھا سکتا ہے، انکو کوئی حدیث نہیں ملی جس میں مرد و عورت کی نماز میں فرق بتلایا گیا ہو، حضور ﷺ کی وفات کے بعد قبر مبارک میں حیات کا انکار کرتے ہیں، کچھوے، کیکڑے وغیرہ حلال ہیں، مصنوعی تخم ریزی میاں بیوی کے لیے حلال ہے، تین طلاق کے بعد بھی بیوی سے تعلق حلال ہے، عورت بھی طلاق دے سکتی ہے، دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے، عورت کے چہرے کا پردہ نہیں ہے، عورت حیض کی حالت میں بھی قرآن پڑھ سکتی ہے، وضو کے بغیر بھی قرآن کو چھونا جائز ہے، جہاد کی غلط تشریح مثلاً ایک سیاست دان عوام سے دوث لینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بھی جہاد کر رہا ہے، قرآن کا کوئی بیان سائنس کی روشنی میں غلط نہیں قرآن کی ہر آیت کی سائنس (جس کے اصول و نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں) کے ساتھ مطابقت کی کوشش، رجم کی سزا صرف زنا بالجبر کے ساتھ خاص ہے، اپنے بیانات میں ناصر الدین البانی (غیر مقلد) کی کتابیں اسلامی تشریحات کے لیے پڑھنے کی ترغیب دینا جس کی کتاب ”مناسک الحج والعمرة“ میں لکھا ہے ”بدع الزیارة فی المدینة المنورة: ابقاء القبر النبوی فی مسجده“ ”مدینہ منورہ کی زیارات کی بدعات میں سے ایک بدعت حضور ﷺ کے روضۃ اقدس کو مسجد نبوی شریف میں باقی رکھنا ہے (معاذ اللہ)۔ اکثر نظریات ان کی کتاب خطبات ڈاکر نائیک میں چھپ چکے ہیں اور بعض جو کتاب میں نہیں ہیں ہمارے پاس ان کی وڈیو



ریکارڈنگ موجود ہے۔

ڈاکٹر جی نے اپنے گمراہ کن خیالات کے پھیلاؤ کے لئے بمبئی میں سکول سسٹم بھی شروع کیا ہوا ہے جس کے تحت معصوم بچوں کے ذہنوں میں اسلام کے متفقہ اور اجماعی عقائد سے ہٹ کر جدیدیت، اباحت، اسلام کی بغاوت اور تقلید سے انحراف کی تعلیم دینے میں مشغول ہیں۔ اس کی ادنیٰ سی مثال سکول کا داخلہ فارم ہے جس میں ہر مسلمان بچے اور اس کے والد کو ایک سوال کا جواب ”ہاں“ یا ”نہیں“ میں دینا ہے ”آپ حنفی ہیں شافعی ہیں مالکی ہیں حنبلی ہیں یا مسلمان ہیں؟“

ڈاکٹر جی نے اس سوال پر کسی بھی تبصرہ کی گنجائش نہیں رکھی ایک عام مسلمان بھی اس سوال کو پڑھ کر ڈاکر نائیک جی کے تعصب کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کن خیالات کے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

## تفسیر قرآن میں من مانی تشریح یعنی تحریف معنوی

قرآن کریم کی تفسیر کا معاملہ بڑا نازک ہے جب تک انسان علوم عربیہ اور قرآن و حدیث میں کامل مہارت نہ رکھتا ہو اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے: ”مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَاصْصَابَ فَقَدْ اَخْطَا“ جو آدمی محض اپنی عقل سے تفسیر کرے تو اگرچہ وہ درست معنی تک پہنچ جائے اسے غلطی کرنے والا سمجھا جائے گا (ترمذی 2776)

2۔ ”مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ (ترمذی 2951) اپنی عقل سے تفسیر کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس لیے مفسر کی بہت ساری شرائط ہیں مثلاً قرآن کی تمام آیات پر گہری نظر، احادیث مبارکہ کا وسیع مطالعہ، عربی زبان کے قواعد و ضوابط پر مہارت اس کے علاوہ کئی علوم عربیہ پر عبور جب کہ ڈاکر نائیک کے اندر یہ شرائط نہیں اور خود ڈاکٹر جی کو اعتراف بھی ہے مثلاً ایک جگہ کہتے بھی ہیں ”میں عربی زبان کا ماہر نہیں ہوں“ (خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک ص 589) جب اقرار ہے کہ عربی زبان میں مہارت نہیں تو ڈاکٹر جی کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا بھی درست نہیں لیکن ڈاکٹر ذاکر نائیک چونکہ ایک مشن پر کام کر رہے ہیں: 1۔ مسلم عوام کا علماء پر اعتماد کس طرح ختم کیا جائے۔ 2۔ اور پوری امت کو ائمہ اربعہ کی تقلید سے نکال کر کیسے غیر مقلد اور لاندھب بنایا جائے۔



تفسیر میں گمراہی کے اندر پڑنے کے اسباب :- حضور ﷺ صحابہ اور تابعین کی منقول تفاسیر سے روگردانی کر کے محض اپنی عقل کو کام میں لانا، زمانہ کے افکار سے معریت اور قرآن کے موضوع کو غلط سمجھنا اور بغیر استاد کے صرف اپنا ذاتی مطالعہ بھی انگریزی کتب کا یہ چیزیں ڈاکٹر جی میں کامل درجہ کی موجود ہیں اس لیے انہوں نے بیسیوں آیات قرآنی کو اپنی جہالت سے مشق ستم بنایا اور سن مانی تشریح یعنی تحریف معنوی کا ارتکاب کیا۔

1۔ ڈاکٹر صاحب آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبْتَاعُنَّكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُنْفِرَنَّ حِسْنَ لِلَّهِ شَيْئًا﴾ (الممتحنہ: 12) کی تفسیر میں کہتے ہیں یہاں لفظ بیعت استعمال ہوا ہے اور بیعت کے لفظ میں ہمارے آج کل کے الیکشن کا مفہوم بھی شامل ہے کیونکہ حضور ﷺ کے رسول ہیں اور سربراہ مملکت بھی تھے اور بیعت سے مراد انہیں سربراہ حکومت تسلیم کرنا تھا (معاذ اللہ) اسلام نے اسی دور میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی تفویض کر دیا تھا۔

(خطبات ڈاکر نائیک، مترجم سید امتیاز احمد، ص 510، دار النوادر، الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور)

انگریزی زبان میں مہارت پر فخر کرنے والے ڈاکٹر جی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک متواتر و متواتر عمل بیعت اور جمہوری پلیدی و ناپاکی کے ایک جڑوے الیکشن میں فرق نہ کر سکے موجودہ دور کا جمہوری الیکشن ایک ناپاک اور شریعت اسلامیہ سے متصادم طریقہ حکومت ہے جس میں لوگ مقابلے کے ذریعے کئی افراد میں سے جسکو چاہیں منتخب کریں اور جسکو چاہیں رد کر دیں۔ جبکہ بیعت انسانی اصلاح اور قرب خداوندی کا ایک مقدس اور مسنون و مشروع طریقہ ہے۔ آیت کی غلط تشریح کرتے ہوئے اس سے عورت کے ووٹ دینے کا حق ثابت کرنا چاہتے ہیں ”کہ عورتوں کا حضور ﷺ کی خدمت میں آکر بیعت کرنا، موجودہ دور کی جمہوریت کے طرز انتخاب کی ہی قدیم شکل ہے“ اگر حضور ﷺ کا بیعت کرنا درحقیقت ووٹ لینا تھا تو کیا ان صحابیات کو اختیار تھا کہ حضور ﷺ کی سربراہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیں؟ ڈاکٹر جی جس مغربی جمہوریت کی اسلام کاری اور اس کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریے (خلافت) کی ضد ہے۔

2۔ سورہ مریم کی آیت ﴿يَا أُخْتُ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمْلِكَ﴾ (مریم: 28) پر نا سمجھی سے کیا جانے والا معروف اشکال (حضرت مریم حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن نہیں تھیں اور دونوں کے زمانے میں تقریباً ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے) کے جواب میں فرماتے ہیں:



عیسائی مشنری یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کو یسوع مسیح کی والدہ مریم اور ہارون کی بہن مریم میں فرق کا پتہ نہیں تھا حالانکہ عربی میں اخت کے معنی اولاد بھی ہیں اس لئے لوگوں نے مریم سے کہا اے ہارون کی اولاد اور اصل اس سے مراد حضرت ہارون کی اولاد ہی ہے۔

(اسلام پر چالیس اعتراضات از ڈاکٹر ذاکر نائیک)

ہم ڈاکٹر صاحب کی، احادیث اور لغت سے نادانی اور جہالت پر مبنی اس تحقیق پر تبصرے کے طور پر مسلم شریف کی حدیث ہی کافی ہے صحیح مسلم میں ہے:

نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کی وضاحت آج سے چودہ سو سال پہلے ہی کر دی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن نہ تھیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا اور یہ لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام اور گزشتہ برگزیدہ شخصیات کے ناموں پر اپنا نام رکھا کرتے تھے (مسلم، ص 171، ج 6 دار السحیل بیروت، رقم: 5721) اس سے پتہ چلا کہ نہ یہ کوئی نیا اعتراض ہے اور نہ ہی اپنی جانب سے جواب گھڑنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر جی کی تفسیری احادیث سے بے خبری کس قدر ہے کہ ذخیرہ احادیث و تفسیر سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کے بجائے من گھڑت تاویل کر رہے ہیں۔

3۔ ڈاکٹر صاحب آیت کریمہ ﴿وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ ذَحَا﴾ (النازعات: 30) کے متعلق کہتے ہیں: ”یہاں انڈے کے لئے استعمال کیا جانے والا عربی لفظ دحو ہے جس کا مطلب شتر مرغ کا انڈا ہے اور شتر مرغ کا انڈا زمین کی شکل سے مماثلت رکھتا ہے لہذا قرآن کریم مکمل درستگی سے زمین کی شکل کی وضاحت کرتا ہے حالانکہ اس وقت جب قرآن اتارا گیا یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زمین چوٹی ہے۔“ (خطبات ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس 73، 74)

☆ یہاں پر ڈاکٹر جی سائنسی نظریہ سے مرعوب ہونے نیز قرآن کریم کے موضوع (جو کہ توحید اور رسالت ہے اور باقی طبیعیات وغیرہ کی باتیں ضمنا ہیں) کو نہ سمجھنے کی وجہ سے زمین کی ہیئت کی تحقیق کرنے میں آیت کریمہ سے غلط استدلال کرتے ہوئے آیت کی من مانی تشریح کر رہے ہیں اس لئے کہ ”دحو“ کا لفظ مادہ عربی زبان میں پھیلانے سے اور اس میں موجود اشیاء کے پیدا کرنے سے کیا



گیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر) یہ لفظ و مادہ انڈے کے معنی میں نہیں آتا۔

## 2۔ عموم قدرت باری تعالیٰ کا انکار

ڈاکٹر جی کہتے ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ منطقی انداز میں نہیں سوچ رہے ہوتے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایک طویل القامت پست قد آدمی نہیں بنا سکتا۔ آدمی یا تو طویل القامت ہوگا یا پست قد اللہ تعالیٰ پست قامت کو طویل کر سکتا ہے لیکن پھر وہ پست قد نہیں رہے گا۔ وہ طویل قامت کو پست قد کر سکتا ہے لیکن پھر وہ طویل نہیں رہے گا یا وہ اس کا قد درمیانہ کر سکتا ہے جو پست قد ہوگا نہ طویل لیکن وہ ایک انسان کو طویل القامت بونا نہیں بنا سکتا۔ میں ایسے ہزار کاموں کی فہرست بنا سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نا انصافی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ وہ یہ تمام نہیں کر سکتا کیوں کہ خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ یہ سب کام نہیں کر سکتا۔ وہ بھول نہیں سکتا۔ وہ ظلم نہیں کر سکتا۔۔۔ قرآن نے کہیں یہ نہیں کہا کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی قدرت سے باہر ہو۔ یہ بات قرآن میں متعدد جگہ پر کہی گئی ہے بار بار دہرائی گئی ہے سورۃ بقرہ میں سورۃ ال عمران میں، سورۃ فاطر میں اور متعدد دیگر آیات میں فرمایا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کہیں بھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ اللہ ہر کام کر سکتا ہے اور ان دونوں باتوں میں کہ اللہ ہر کام کر سکتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں تو ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَعَالٌ لَّمَّا يَرْتُدُّ﴾ (البروج: 16) وہ جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔ (خطبات ذاکر نائیک ص 652)

☆ قرآن پاک کی یہ ایت ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ہر عام و خاص، عالم و جاہل کو تقریباً یاد ہوتی ہے مگر ڈاکٹر صاحب بات بات پر عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن اور صحیح حدیث کے لفظ کو استعمال تو کرتے ہیں لیکن اس جگہ منطقی اور عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ بہت سے کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ میں ایسے ہزاروں کاموں کی فہرست بنا سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نہیں کر سکتا۔ اور پھر یہ دعویٰ کر دیا کہ قرآن کہیں یہ نہیں کہتا کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور آگے خود ہی ایت ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ لکھ



دی اور کہا کہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی قدرت سے باہر ہو اور قرآن میں کئی آیات میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کر سکتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں میں کہ اللہ ہر کام کر سکتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

☆ جی ہاں جو آدمی کسی مستند استاد، عالم دین، ماہر قرآن و تفسیر سے پڑھے بغیر ذاتی انگریزی مطالعہ کے زور پر قرآن سمجھتا ہو اسے تو ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا لیکن مستند اور ماہرین قرآن و سنت علماء دین کا مجھ جیسا ادنیٰ شاگرد و طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی کام کا کر سکتا اور کسی کام کا کرنا ان دونوں باتوں میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن کسی کام کا کر سکتا اور کسی کام کی قدرت رکھنا ان دونوں باتوں میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔

لہذا اصل جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت تو رکھتا ہے یعنی کر سکتا ہے لیکن بہت سے کام اللہ اپنے اختیار سے کرتے نہیں ہیں مثلاً جو کام شان الوہیت اور شان خدائی کے مناسب نہیں وہ اللہ اپنے اختیار سے نہیں کرتا یہ نہیں کہ اللہ کو قدرت ہی نہیں۔

### 3۔ بے وضوء قرآن کو ہاتھ لگانا جائز ہے

ایک پروگرام میں سوال کے جواب میں کہتے ہیں: قرآن پاک کو چھونے کے لئے وضوء ضروری نہیں مستحب ہے اور قرآن کی ایک ایت ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ کی اپنے دماغ سے خود ساختہ تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حکم فرشتوں کے لئے ہے کہ وہ لوح محفوظ سے جب قرآن لیتے ہیں تو مطہر پاک ہوتے ہیں۔

☆ ۱۴ سو سال کے مفسرین نے ایت قرآنی ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ سے یہی استدلال کیا ہے کہ قرآن چھونے کے لئے طہارت (پاکی) شرط ہے اور یہ قرآنی حکم انسانوں کے لئے ہے نہ کہ فرشتوں کیلئے۔ اور دوسری طرف صحیح حدیث کی رٹ لگانے والے ڈاکٹر جی کا کئی احادیث صحیحہ جن میں بغیر وضوء کے قرآن کو چھونے سے منع کیا گیا ہے ان کو نظر انداز کر جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحیح حدیث کا لفظ صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

ابو حکیم بن حزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو صرف پاکی کی حالت میں قرآن کو چھو۔



(مستدرک حاکم، ج 3، ص 552)

2۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا بِوَأْتِ طَاهِرٍ (معجم کبیر للطبرانی)

3۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (معجم الزوائد ج 1 ص 386)

ان احادیث صحیحہ اور قرآنی حکم کے باوجود ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہیں قرآن چھونے کے لئے وضو ضروری نہیں بے وضو بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔ (وڈیوریکا ڈموجود ہے)

#### 4۔ عورت ایام مخصوصہ (حیض کی حالت میں) قرآن پڑھ سکتی ہے؟

اسی گفتگو کے پروگرام میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں (حیض والی عورت کے لیے) نماز کی رخصت ہے لیکن کسی حدیث میں نہیں کہ وہ (حیض والی عورت) قرآن نہیں پڑھ سکتی۔

☆ ڈاکر نائیک صاحب نے حسب عادت لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹ بولا کہ کوئی

حدیث نہیں (شاید ڈاکر صاحب کے ہاں حدیث صرف اسی کو کہتے ہیں جو ان کے مطلب کی ہو) حالانکہ حدیث پاک میں ہے۔

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْحَنْبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ. (ترمذی)

ترجمہ: حیض والی عورت اور جنبی قرآن کا کوئی حصہ نہ پڑھے۔ ڈاکٹر جی نے صحیح اور صریح حدیث کے موجود ہوتے ہوئے اس کا انکار کر دیا۔

#### 5۔ نبی ﷺ کی چاہت اور جس عمل کو نبی ﷺ بہتر فرمائیں اس پر

ڈاکر نائیک صاحب کا اپنی خواہش کو ترجیح دینا۔

ڈاکٹر ڈاکر نائیک صاحب سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت کیوں نہیں؟

سوال یہ پوچھا گیا ہے کہ خواتین کو مسجد میں جانے کی اجازت کیوں نہیں ہے اور یہ ایک مشکل سوال ہے کیونکہ پورے قرآن میں کسی بھی جگہ خواتین کو مساجد میں جانے سے منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی احادیث میں خواتین کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ بعض لوگ ایک خاص حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: عورت کے لئے مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھے



اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ کمرے میں پڑھے۔ لیکن یہ لوگ ایک حدیث پر زور دے رہے ہیں اور باقی تمام احادیث کو نظر انداز کر رہے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ۷۰ گنا زیادہ ہے (یہ فضیلت مرد کے ساتھ خاص ہے) (مرتب) ایک خاتون نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے شیر خوار بچے ہیں اور ہمیں گھر کا کام کاج کرنا ہوتا ہے ہم کس طرح مسجد میں آسکتی ہیں تو جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے مسجد کی بہ نسبت گھر میں اور گھر کے صحن کی بہ نسبت کمرے میں نماز پڑھنا بہتر ہے اگر اس کے بچے چھوٹے ہیں یا کوئی اور مسئلہ ہے تو اسے وہی ثواب ملے گا جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے۔

یہاں تک کہ حرم شریف اور مسجد نبوی میں بھی خواتین کو آنے کی اجازت ہے ہندوستان میں بھی اب بعض مساجد میں خواتین کے لئے اہتمام ہوتا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ مزید مساجد میں بھی یہ اہتمام ہوگا۔

☆ ڈاکٹر صاحب اس دفعہ بھی حدیث کا اپنا اختراعی معنی و مفہوم بیان کر کے وہ معنی و مفہوم جو چودہ سو سال کے محدثین میں سے کسی کو نہ سوجھا بیان کر گئے: ”کہ عورتوں کی گھر میں نماز کا ان کے لئے بہتر ہونا ان کے نوزائیدہ بچوں کی وجہ سے تھا“ یہ غلط ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں تو مطلقاً عورت کے گھر کی نماز کو بہتر کہا گیا ہے بلکہ گھر کی کوٹھڑی کی نماز کو زیادہ بہتر کہا گیا ہے۔ اگر بچوں کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنا بہتر تھا تو پھر نماز کوٹھڑی کی بجائے بچے کے پاس پڑھنا بہتر ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث کا پس منظر اپنی طرف سے گھڑتے ہوئے اور نبی ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت جو آپ نے نہیں فرمائی کرتے ہوئے ذرا بھی خوف نہ آیا۔

ڈاکٹر صاحب کا اہل السنۃ والجماعۃ کے ان ائمہ مجتہدین کو یہ طعنہ دینا ”کہ وہ باقی تمام احادیث نظر انداز کر رہے ہیں“ وہ ائمہ جو لاکھوں احادیث کے حافظ تھے اور سند اور متن کے ساتھ تمام احادیث زبانی یاد اور ہر وقت مستحضر تھیں انہوں نے تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا کہ ابتداء میں تو عورتوں کو مساجد میں جانے کی صرف اجازت تھی حکم یا ترغیب نہ تھی اور بعد میں وہ بھی نہ رہی احادیث انشاء اللہ ذکر کر دی جائیں گی اور خود ڈاکٹر صاحب نے صرف ان احادیث کو لیا جن میں عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت صرف اشارۃً مل رہی ہے اور وہ تمام روایات و احادیث نظر انداز کر دیں جن میں



نبی ﷺ اپنی خواہش اور پسند کا اظہار فرما رہے ہیں کہ مجھے یہ پسند ہے اور عورتوں کے لئے بہترین نماز گھر میں ہے اور جن روایات میں مساجد میں آنے کی ممانعت بھی صراحۃً ہے اور ڈاکٹر صاحب نے تو صاف کہہ دیا کہ کسی حدیث میں منع نہیں کیا گیا ملاحظہ ہو:

1۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ وہ گھروں میں بیٹھی رہیں اور جنازہ یا جمعہ اور مسجد کہیں بھی نہ جائیں۔ (درمنثور) لیجئے حدیث میں صراحۃً ممانعت بھی آگئی۔

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر عورتوں کی یہ حرکات جواب اختیار کی ہیں رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ (بخاری)

ذخیرہ احادیث میں غور کرنے سے عورتوں کے مساجد میں جانے سے متعلق تین قسم کی احادیث ملتی ہیں:

1۔ جن میں اباحت و اجازت مر جوحہ نکلتی ہے۔ 2۔ عورتوں کے مساجد میں حاضری کے لئے شرائط مقرر کی گئی ہیں۔ 3۔ وہ احادیث جن سے شرائط کے باوجود مسجد میں نہ جانا بہتر معلوم ہوتا ہے فقہاء کرام نے ان تمام روایات و احادیث کو سامنے رکھ کر اس دور میں عورتوں کے مساجد میں جانے کو منشاء شریعت کے خلاف قرار دیا ہے۔

جب کہ ڈاکٹر نائیک صاحب اباحت والی روایات کو سامنے رکھ کر عورتوں کو مساجد میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں ان احادیث پر غور فرمائیں اور ڈاکٹر صاحب کی چاہت کو بھی توجہ سے پڑھیے جو انہوں نے ان مساجد والوں سے کی ہیں جن میں عورتوں کو اجازت نہیں۔

1۔ عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر (نماز کے واسطے) ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔ (ابوداؤد ج 1، ص 84)

2۔ عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور اس کی گھر کی نماز چھوٹی کوٹھڑی میں گھر کی نماز سے بہتر ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ عورت جس قدر پوشیدہ ہو کر نماز ادا کرے گی اسی اعتبار سے زیادہ مستحق ثواب ہوگی)

(ابوداؤد ج 1، ص 84)



3۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کی

بہترین مسجد ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔ (مجمع الزوائد: ج 2، ص: 33)

4۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

عورتوں کی اکیلے کی نماز مردوں کے ساتھ جماعت کی نماز سے بچیں گنا فضیلت رکھتی ہے۔

(الجامع الصغير ج: 4، ص: 223)

5۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ہے آپ ﷺ

نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہے حالانکہ تیری کوٹھڑی کی نماز تیرے لئے

بڑے کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور تیرے بڑے کمرے کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور تیرے صحن کی نماز

محلہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے راوی حدیث نے کہا (حضور

ﷺ کی منشاء سمجھ کر) انہوں نے اپنے گھر والوں کو (گھر کے اندر مسجد بنانے کا حکم دیا) چنانچہ گھر کی

ایک تیرہ دتار کوٹھڑی میں ان کے لئے مسجد بنائی گئی اور وہ اسی میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ اللہ کو

پیاری ہو گئیں۔ (مجمع الزوائد: ج 2، ص: 33)

اسی مضمون کی اور کئی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جن کو ڈاکر صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ائمہ صرف

ایک خاص حدیث پر زور دیتے ہیں۔

## 6۔ بخاری شریف پر ڈاکٹر ڈاکر نائیک کے چار جھوٹ

ڈاکٹر ڈاکر نائیک ایک پروگرام میں ڈاکٹر شاہد مسعود کے آئین ادنچا اور آئین آہستہ کہنے کے متعلق ایک

سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن و صحیح حدیث میں کیا ہے اس پر عمل کرنا

چاہیے۔

1۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری میں ایک نہیں کئی حدیثیں ہیں جن میں ہے کہ نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد آئین زور

(اوپنی آواز) سے بولئے۔

2۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ محمد ﷺ نے کہا کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد آئین زور سے کہنا چاہیے۔

3۔ بہت سے ائمہ کے زمانے میں صحیح احادیث نہیں تھیں۔



۴۔ احادیث جمع کرنے کا سلسلہ ایک سو سال، ڈیڑھ سو سال کے بعد شروع ہوا۔

☆ یہ ہے بخاری بخاری کی رٹ لگانے والے مستشرقین کے بھیجے ہوئے مستغرب محقق کا بخاری پر پہلا جھوٹ کہ بخاری میں کئی صحیح احادیث ہیں جن میں یہ ہے کہ آئین زور سے کہو حالانکہ بخاری کی کسی ایک روایت میں بھی آئین زور سے کہنے کا حکم نہیں۔

2۔ دوسرا جھوٹ یہ کہہ دیا کہ محمد ﷺ نے کہا ہے کہ آئین زور سے کہو بخاری تو درکنار دنیا کی کسی کتاب میں حضور ﷺ کا یہ حکم قوی موجود نہیں ہے کہ آئین زور سے کہو بخاری کی حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَأِ نِكَاحٌ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (بخاری ج 1 ص 108)

اس حدیث میں ڈاکٹر صاحب نے نبی ﷺ کے ارشاد مبارک میں کس لفظ کا ترجمہ ”زور سے“ کیا ہے۔ ڈاکٹر جی کو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے یہ صحیح حدیث نامعلوم کیوں یاد نہ آئی: مَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ ترجمہ: جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یاد تو آئی ہوگی لیکن جس مشن پر ڈاکٹر صاحب لگے ہوئے ہیں کہ (امت میں کیے جانے والے اعمال کے بارے میں تشکیک اور جن ہستیوں سے ہم کو یہ دین پہنچا ان کے بارے بدگمانی اور عدم اعتماد کہ ان کے اعمال اور عقائد قرآن و سنت کے مطابق نہ تھے کی تکمیل) اسی طرح کے جھوٹ بول کر ہی کی جاسکتی ہے۔

3۔ تب ہی تو ڈاکٹر جی نے تیسرا جھوٹ پہ بولا کہ بہت سے ائمہ کے وقت میں صحیح حدیث نہ تھیں اس لئے انہوں نے اپنی طرف سے فتویٰ دے دیا اور اب چونکہ ٹیکنالوجی کی وجہ سے صحیح حدیث مل جائے گی تو ان ائمہ کے فتویٰ پر عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ صحیح حدیث پر عمل کرنا چاہیے ڈاکٹر صاحب ان ائمہ کرام کے علم کو محدود بتا رہے ہیں جن کو لاکھوں احادیث سند و متن کے ساتھ زبانی یاد تھیں لیکن ڈاکٹر صاحب کوئی ایک حدیث ایسی بیان نہ کر سکے جو ائمہ کے زمانے میں موجود نہ ہو اور آج ٹیکنالوجی نے وہ عطا کی ہو اور قیامت کے دن تک ڈاکٹر صاحب اپنے اس جھوٹے دعویٰ پر دلیل قائم نہ کر سکیں گے۔

4۔ چوتھا جھوٹ احادیث کو جمع کرنے کے سلسلے میں: کہ احادیث سو ڈیڑھ سو سال بعد جمع کی گئیں۔

☆ حالانکہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام احادیث لکھا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور



میں تو احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد لکھی جا چکی تھی۔

1۔ مستد احمد کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا لکھا ہوا مجموعہ الصحیفۃ الصادقۃ اس میں 5374 احادیث ہیں۔

2۔ صحیفہ ابو ہریرہؓ میں بھی اتنی ہی احادیث لکھی ہوئی ہیں۔ (مستدرک حاکم)

3۔ حضرت علیؓ کا لکھا ہوا مجموعہ الصحیفۃ علی کے نام سے۔ (ابوداؤد)

4۔ حضرت جابرؓ نے حج کے احکام پر ایک مجموعہ لکھا اس میں ایک ہزار پانچ سو ساٹھ 1560 احادیث لکھی تھیں  
(تاریخ کبیر للبخاری)

5۔ صحیفہ ابن عباسؓ میں ایک ہزار چھ سو تیس (1630) احادیث لکھی تھیں۔

6۔ صحیفہ انس بن مالکؓ میں احادیث کی تعداد ایک ہزار چھ سو بیاسی (1682) تھی۔

اس کے علاوہ کئی اور صحابہؓ نے بھی احادیث کے مجموعے لکھے لہذا ڈاکٹر جی کا یہ کہنا کہ احادیث لکھنے اور جمع کرنے کا کام سویا ڈیڑھ سو سال بعد ہوا غلط اور جھوٹ ہے۔ اور حدیث رسول اللہ ﷺ پر عدم اعتماد کی فضاء ہموار کرنے کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

7۔ ہندوؤں کے معبودوں ”ویشنو“ اور ”برہما“ کے ذریعے اللہ کو پکارنا جائز ہے

ڈاکٹر جی اپنے پروگرام اسلام اور عالمی بھائی چارہ میں کہتے ہیں کہ کوئی آدمی خدائے عظیم کو خالق کہہ کر پکارے یا ”برہما“ کہہ کر پکارے اسی طرح ”ویشنو“ بمعنی رب کہہ کر پکارنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے (یعنی دونوں جائز ہیں) (خطبات ڈاکر نائیک ص 225)

☆ جب کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ عربی زبان کے علاوہ ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے علاوہ الفاظ سے پکارنا جائز نہیں جب کہ ویشنو، برہما جو ہندوؤں کے شعائر اور معبودان باطلہ کے نام ہیں ان سے اللہ کو پکارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔



## 8۔ قرآن کا سائنسی بیان

ڈاکٹر جی لکھتے ہیں اگر آپ قرآن کے کسی سائنسی بیان کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ کو ایسے شخص سے پوچھنا پڑے گا جو سائنس کے بارے میں جانتا ہو اسی صورت میں آپ کو پتہ چل سکے گا کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے (خطبات ڈاکر نائیک ص 589)

☆ اصل میں ڈاکٹر جی نے قرآن کو سائنس یا بائیالوجی کی کتاب سمجھا ہے اور اس میں ہر چیز کے متعلق معلومات تلاش کرتے پھرتے ہیں ڈاکٹر جی کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ جو مفسرین کرام امت کے گزرے ہیں اور ڈاکٹر جی والی سائنس کو نہ جانتے تھے تو پھر ڈاکٹر جی کے بقول قرآن پاک کی ہزاروں آیات جو سائنس کے متعلق ہیں وہ پہاڑوں جیسا علم رکھنے والے چودہ سو سال کے مفسرین کرام نہ سمجھ سکیں گے اور ان ہزاروں آیات کو سمجھے بغیر انہوں نے قرآن پاک کی 80 اور 100 جلدوں میں تفسیریں لکھ دی لیکن ایک بار پھر ڈاکٹر جی کے اس جملے قرآن کی سائنسی آیات سائنس دانوں سے سمجھنے پر غور کریں کہ امت کو اسلاف، اکابرین اور علماء حق سے کس طرح غیر شعوری طور پر بدظن اور دور کیا جا رہا ہے۔

2۔ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو قرآن کے کسی ایک بیان کو بھی جدید سائنس کی روشنی میں غلط ثابت کر سکے (خطبات ڈاکر نائیک ص 41 کتاب سرائے لاہور)

آپ قرآن میں کہیں بھی تضاد اور اختلاف نہیں پائیں گے اور نہ ہی قرآن کی کوئی آیت مصدقہ سائنسی بیان کی خلاف ہوگی، (خطبات ڈاکر نائیک ص 98)

☆ جب کہ قرآن کی سینکڑوں آیات ایسی ہیں کہ جدید سائنس ان کا انکار کرتی ہے مثلاً 1۔ سائنس آدم علیہ السلام کا مٹی سے پیدا ہونا نہیں مانتی 2۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا ہونا نہیں مانتی 3۔ قیامت کے دن کو سائنس نہیں مانتی ۴۔ دوبارہ جی اٹھنا سائنس نہیں مانتی۔ تو پھر سائنس جو انکل پکوسے چلتی ہے، جس کی کوئی سند نہیں، جس کے نظریات ہر روز بدلتے ہیں، جس کی کل پونجی قیاس، گمان اندازے اور تخمینے ہیں نائیک صاحب کا اس کی مطابقت قرآن سے ثابت کرنا انتہائی ظلم ہے آج جس آیت کی مطابقت سائنسی نظریے سے ثابت کریں گے اگر کل وہ سائنسی نظریہ بدل گیا اور قرآنی آیت کی



اس کے ساتھ مطابقت نہ رہی تو کیا اس آیت قرآنی کو غلط کہہ دیں گے۔

## 9۔ اکٹھی دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہے

ڈاکٹر ڈاکر نائیک ایک پروگرام میں سوال کے جواب میں کہتے ہیں۔

1۔ افسوس کی بات ہے کہ امت میں تین طلاق کے بارے میں اختلاف ہے اور ایک صحیح حدیث ابن عباس کی ہے محمد ﷺ کے زمانے میں تین طلاق ایک طلاق مانی جاتی تھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاق ایک ہی ہوا کرتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ابتدائی دو سال میں بھی ایک طلاق ہی مانی جاتی تھی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کسی نے تین طلاقیں دیں تو تین ہی واقع ہوں گی اس صحیح حدیث کی وجہ سے امت میں اختلاف ہے۔

2۔ افسوس کہ مسلمان نے قرآن کو اور حدیث کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا ہی نہیں یہ اس وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

3۔ قرآن کہتا ہے تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے محمد ﷺ کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ جو کہتے ہیں تین طلاق تین ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور ان کو اس فتویٰ پر افسوس تھا انہوں نے یہ فتویٰ دیا اس میں امت کا اختلاف ہے۔

4۔ لیکن اگر ہم قرآن کی روشنی میں دیکھیں تو تین طلاق ایک ساتھ دے دیں تو ایک ہی واقع ہوتی ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ محمد ﷺ نے جو کہا اس کے اوپر نہیں ہیں۔ اسی لئے ہمیں بات ماننا چاہیے قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کی اس کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا اور کہتے ہیں کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہے اس میں امت کا اختلاف اس لئے ہے کہ ہم نے قرآن کو پڑھا ہی نہیں۔

☆ ڈاکٹر جی نے اس چند منٹ کے بیان میں امت کو گمراہ کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن کرنے اور ان کے مقام و شان کو گھٹانے کے لئے کئی جھوٹ بولے ہیں۔

1۔ تین طلاق کے مسئلہ میں امت کا اختلاف ہے یہ پہلا جھوٹ ہے اس لیے کہ تین طلاق کے تین ہونے پر امت کا اتفاق و اجماع ہے۔



1۔ علامہ ابن عبدالبرؒ م 364ھ لکھتے ہیں کہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اکٹھی تین طلاقوں کے تین ہونے کے قائل ہیں صرف طاؤسؓ حضرت ابن عباسؓ سے اس کے خلاف روایت نقل کرتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مذہب پر تابعین کی تمام جماعتوں کا اور عالم اسلام کے تمام ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے۔ (الاستذکار ج 6 ص 8)۔

2۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے جد امجد علامہ مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلامؒ م 653ھ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جانے کے بارے میں صحابہ کے فتاویٰ نقل کر کے لکھتے ہیں: وَ هَذَا شَكْلُهُ يَدُلُّ عَلَى إِجْمَاعِهِمْ عَلَى صِحَّةِ وَقُوعِ الثَّلَاثِ بِالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ۔ (المتقى باخبار المصطفى، ج 2، ص 602)۔ ترجمہ: صحابہ کرام کے یہ تمام فتاویٰ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

3۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ م 852ھ لکھتے ہیں کہ: متعہ کی حرمت اور تین اکٹھی طلاقوں کا وقوع اس اجماع کی وجہ سے ہے جو حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان دونوں مسئلوں پر منعقد ہوا اور عہد عمرؓ میں ان دونوں مسئلوں میں کسی ایک نے مخالفت نہیں کی، پس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اجماع کا منکر ہے اور جمہور کے نزدیک اجماع و اتفاق کے بعد اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتح الباری، ج 9، ص 457) اکٹھی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء کا ہمیشہ اجماع (اتفاق) رہا ہے:

1۔ علامہ ابن منذرؒ م 319ھ لکھتے ہیں کہ: فقہاء کا اس پر اجماع (اتفاق) ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو درود واقع ہو جائیں گی اس طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اپنی بیوی کو کہے تجھے تین طلاقیں ہیں مگر تین تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (کتاب الاجماع ج 1 ص 25)

2۔ علامہ قرطبی المالکیؒ م 671ھ لکھتے ہیں: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ایک کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع اور لزوم پر ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے اور جمہور سلف کا قول یہی ہے (تفسیر القرطبی، ج 3، ص 129)

3۔ علامہ ابن بطل المالکیؒ م 449ھ لکھتے ہیں: اکٹھی تین طلاق کے وقوع کے لازم ہونے پر ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے اور جمہور سلف کے نزدیک یہ خلاف سنت ہے اور اس کی مخالفت کرنا جنتی جماعت سے جدا ہونا ہے



اور اس شاذ قول کو صرف اہل بدعت نے اور ایسے لوگوں نے لیا ہے جو غیر معتبر ہیں کیونکہ انھوں نے ایسی جماعت سے الگ مذہب اختیار کیا ہے جن کا کتاب و سنت کی تحریف پر متفق ہونا محال ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن البطال، ج 7، ص 390، 391)۔

2۔ دوسرا جھوٹ بولا کہ حدیث ابن عباس صحیح ہے ڈاکٹر جی کا اپنا معیار ہے جس حدیث کو چاہیں صحیح کہہ دیں اور جس کو چاہیں ضعیف کہہ دیں البتہ محدثین امت نے اس حدیث کو ضعیف اور ناقابل عمل قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کو بخاری میں نقل نہیں کیا۔

1۔ علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں: بہر کیف حضرت ابن عباسؓ کی تین طلاقوں کے ایک ہونے والی حدیث کے خلاف خود ان سے صحیح حدیثیں مروی ہیں اور ان کا اپنا فتویٰ بھی اس حدیث کے خلاف ہے۔

(الشرح الکبیر لابن قدامہ، ج 8، ص 260)

2۔ علامہ بیہقیؒ لکھتے ہیں: کہ یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی دوسری صحیح روایات کے خلاف ہے (یعنی شاذ و منکر ہے۔)

(مسند الکبریٰ بیہقی، ج 7 ص 551)

3۔ علامہ ابوعوانہؒ لکھتے ہیں: کہ اس حدیث پر عمل کرنا باطل ہے

(مستخرج ابی عوانہ ج 5 ص 231)

4۔ علامہ ابوبکر صامیؒ لکھتے ہیں: نو قد قیل ان ہذین الخبرین منکران کہ یہ دونوں حدیثیں منکر ہیں۔

(احکام القرآن، ج 2، ص 86)

5۔ علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں: تین طلاق والی حدیث رکانہ اور حدیث طاؤس دونوں منکر ہیں۔

(شرح البخاری لابن البطال ج 7 ص 391)

3۔ تیسرا جھوٹ یہ کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ میں دیں گے تو ایک ہی ہوگی۔

علامہ ڈاکٹر صاحب اس آیت کا نمبر اور پارٹ نمبر اور بیچ نمبر نہ بتا سکے کہ قرآن کی کس آیت میں

یہ لکھا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو ان میں سے دو واقع نہیں ہوتیں اور ایک واقع ہو جاتی ہے البتہ

امام بخاریؒ نے بخاری ص 791 ج 2 پر آیت الطلاق مرتان سے اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں سے



تین طلاقیں ہی واقع ہونے پر استدلال کیا ہے ڈاکٹر صاحب کو بخاری کا یہ صفحہ اور حدیث کیوں نظر نہ آئی  
باب من جوز الطلاق الثلاث -

۴۔ چوتھا جھوٹ یہ کہا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور افسوس تھا کہ یہ فتویٰ  
کیوں دیا۔

۵۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین صحیح حدیث کی رٹ لگانے والے ڈاکٹر جی نے ایک بھی صحیح سند یا مستند  
کتاب کا حوالہ نہ دیا جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رجوع کیا اور افسوس کا اظہار کیا اگر حضرت عمرؓ  
نے رجوع کر لیا تھا تو پھر ان کے بعد حضرت عثمان، حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم نے تین طلاقیں کے تین  
ہونے پر فتویٰ کیوں دیا ڈاکٹر جی نے حضرت عمرؓ پر جھوٹ بولا کہ رجوع کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ تین  
طلاقیں ایک ہوتی ہے کوئی ایک فتویٰ تو ثبوت کے طور پر نقل کر دیا جاتا۔

5۔ اور پھر آخر میں اپنی غیر مقلدہ اندازہ نیت کو بھی منتقل کرنا ضروری سمجھا چونکہ غیر مقلدین (اہل حدیثوں) کے ہاں  
صحابہ رضی اللہ عنہم حجت نہیں صحابی کا عمل حجت نہیں اس لئے کہہ دیا کہ: حضرت عمرؓ وہ جو محمد ﷺ نے کہا  
اس پر نہیں تھے (معاذ اللہ) اس لئے ہمیں قرآن اور صحیح حدیث پر عمل کرنا چاہیے یہ اس لاندھنیت کی تحریک کی  
بنیاد ہے کہ صحابہ کرام کے معیار حق ہونے کے اتفاقی عقیدے کو جڑوں سے ختم کر دیا جائے گویا ڈاکٹر جی دے  
الفاظ میں یہ کہہ گئے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فتویٰ قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف تھا۔

ابن عباسؓ کی تین طلاقیں کے ایک ہونے والی روایت کا مقام محدثین کے ہاں کیا ہے وہ تو آپ نے  
ملاحظہ فرما لی اب اہل السنۃ والجماعۃ کے اتفاقی و اجماعی مسئلے تین طلاقیں کے تین ہونے کے بارے میں بھی  
چند احادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عویمرؓ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول اگر اب بھی میں اسے بیوی بنا کر رکھوں تو گویا میں نے  
اس پر جھوٹ بولا۔ اس کو تین طلاقیں دیں رسول اللہ کے حکم دینے سے پہلے دوسری روایت میں ہے انہوں نے  
نبی ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیں اور نبی ﷺ نے ان کو نافذ کر دیا۔

(صحیح بخاری باب من اجاز الطلاق الثلاث ص 791 ج 2)۔

2۔ شارح بخاری امام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا اس حدیث کے ظاہر الفاظ



طلقہ اٹلاٹا سے تین طلاقوں پر استدلال کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مجموعی طور پر اکٹھی ہی ہوں گی۔  
(فتح الباری ص 371، ج 10)

3۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس نے کسی اور مرد سے نکاح کیا اس مرد نے ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دے دی۔ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے ہمبستری نہ کر لے جیسا کہ پہلے خاوند نے کی۔  
(صحیح بخاری حوالہ مذکورہ)

4۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بتلائیں کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے اس سے رجوع کرنا حلال ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ (کام کرنا) گناہ ہوتا۔  
(سنن دارقطنی ص 57، ج 5)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا معصیت ہے لیکن تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس سے خاوند بیوی کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔

5۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ جس نے ایک طلاق بدی دی یا دیا تو تین ہم اس کو اس کی بدعت لازم کر دیں گے۔  
(سنن دارقطنی ص 37، ج 5 رقم: 3944)

6۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو نبی ﷺ کے زمانے میں تین طلاقیں (اکٹھی) ایک کلمے کے ساتھ دیں تو نبی ﷺ نے ان کو جدا کر دیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی علیہ السلام نے اس پر تکبیر فرمائی ہو۔  
(سنن دارقطنی ص 23 ج 5 رقم: 3922)

اس حدیث میں ایک کلمے کے ساتھ تین طلاقوں کا واقع ہونا خود نبی پاک ﷺ کا فیصلہ ہے۔

7۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نے اپنے نانا جان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ بات نہ سنی ہوتی یا میرے والد نے بیان نہ کی ہوتی کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیں یا تین طہروں میں تین طلاقیں دیں تو وہ اس کے لیے حلال نہ رہے گی یہاں تک کہ کسی دوسرے شوہر سے شادی کر لے تو میں ضرور اس کی طرف رجوع کر لیتا۔



اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے مطابق حضرت حسن علیہ السلام کا مذہب اور فیصلہ یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔

8۔ حضرت محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو ایسے آدمی کے متعلق بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیں تو آپ ﷺ غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور کہا: کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود بھی ہوں یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو قتل کر دوں۔ (سنن نسائی باب الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ ص 454، ج 6 رقم: 3401)

مذکورہ حدیث میں اگر تین طلاقیں اکٹھی واقع نہ ہوتیں تو حضور ﷺ کے ناراض ہونے کا کیا معنی؟ آپ ﷺ کا ناراض ہونا اور غصے ہونا تین طلاقیں کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔

### 10۔ مرد و عورت کی نماز میں فرق کرنا جائز نہیں

ایک دوسری جگہ ڈاکٹر صاحب مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

کہیں بھی ایک صحیح و مستند حدیث نہیں ملتی جس میں عورت کے لئے مرد سے علیحدہ طریقے کے مطابق نماز ادا کرنے کا حکم ہو اس کے بجائے صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ التحیات میں عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے کا حکم ہے۔

یہاں بھی ڈاکٹر جی نے دو باتیں سراسر غلط کہی ہیں:

1۔ نماز میں مرد و عورت کے درمیان فرق کے سلسلے میں کوئی حدیث نہیں۔ 2۔ حضور ﷺ نے عورتوں کو مردوں کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا

ڈاکٹر جی نے پہلی بات کہہ کر ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جن میں مردوں اور عورتوں کی نماز کے درمیان فرق کا بیان موجود ہے اہل سنت والجماعت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ آپ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث صحیحہ سے یہ فرق ثابت ہے:

1۔ ہاتھ اٹھانے میں فرق:

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے وائل بن حجر جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے گی۔



(مجمع الزوائد، باب رفع الیدین فی الصلاة ص 222، ج 2 رقم: 2594)

## 2۔ ہاتھ باندھنے میں فرق:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں سنت ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

(سنن کبریٰ، باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلاة من السنة، ص 48، ج 2 رقم: 2341)

یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں گی

وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ. (السعائیہ ج 2 ص 156)

ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں کے لیے سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

## 3۔ کیفیت سجدہ میں فرق:

یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو

آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین کے ساتھ ملا لو کیوں کہ عورت سجدہ

کرنے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

(سنن کبریٰ، کتاب الصلاة، ص 315، ج 2، رقم: 3201)

## 4۔ تشہد میں بیٹھنے میں فرق:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مردوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ بائیں پاؤں کو بچھائیں اور

دائیں پاؤں کو کھڑا کریں اور عورتوں کو ترجیح (یعنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھنے) کا حکم دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ، کتاب الصلاة ص 314، ج 2، رقم: 3198)

ان روایات میں مردوں اور عورتوں کی نماز میں مختلف طرح کے فرق کا ذکر ہے ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں ڈاکٹر

حجی نے ذخیرہ حدیث سے جہالت کی بنا پر یہ کہہ دیا کہ مرد عورت کی نماز میں فرق پر کوئی صحیح حدیث نہیں اس طرح

مذکورہ تمام روایات کا انکار کر ڈالا۔ اور جہاں تک دوسری بات یعنی بخاری شریف میں عورتوں کو مردوں کی

طرح بیٹھنے سے متعلق حکم نبویؐ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت ہے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا

کی جس روایت کا ڈاکٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَكَاثِبَةُ امِّ الدَّرْدَاءِ تَحْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جُلُوسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فُقَيْهَةً. (بخاری شریف ج 1 ص 114)



اس میں کہیں بھی حضور ﷺ کے قول و فعل کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہے جس کا ذکر کر کے امام بخاریؒ نے اشارہ بھی کر دیا کہ وہ خود فقیہہ تھیں وہ اپنے اجتہاد سے ایسا کرتی تھیں نیز امام بخاریؒ نے اسکی سند ذکر نہیں کی ہے۔

## 11۔ اسلام کے مطابق کوئی عورت پیغمبر کیوں نہیں ہو سکتی؟

جناب ذاکر نائیک صاحب نے اپنی تقریر اسلام میں عورتوں کے حقوق کے سوالات کے جوابات میں ایک سوال: (اسلام کے مطابق کوئی عورت پیغمبر کیوں نہیں ہو سکتی؟) کے جواب میں کہتے ہیں اگر پیغمبر سے آپ کی مراد کوئی ایسی شخصیت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ کسی قوم کی رہنمائی بھی کرے تو پھر آپ کی بات درست ہے کہ اسلام میں تو خاتون پیغمبر موجود نہیں ہے قرآن واضح طور پر بتاتا ہے کہ گھر کا سربراہ مرد ہے..... لیکن اگر پیغمبر سے آپ کی مراد کوئی مقدس اور متبرک ہستی ہے تو پھر ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں بہترین مثال جو میں آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں وہ حضرت مریم کی ہے حضرت مریم کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی برگزیدہ خواتین بھی موجود ہیں میں امید رکھتا ہوں آپ کو اپنے سوال کا جواب مل چکا ہوگا۔

(خطبات ذاکر نائیک اسلام میں خواتین کے حقوق ص 85، 86)

☆ تمام جدیدیت پسند حضرات مغرب سے اور مغربی اصطلاحات سے مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور ان باتوں میں صرف عقل پر انحصار کرتے ہیں کبھی کبھی کسی بات میں صریح نص بھی ہوتی ہے لیکن یہ عقل کے پجاری پھر بھی من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں، جیسے یہاں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ﴾ (انبیاء: 7)، ترجمہ:- اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر ایسے مردوں کو جن کی جانب ہم وحی کرتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انبیاء صرف مردوں میں سے بنائے تو پھر ڈاکٹر جی کو مزید حیل و حجت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کے امور میں کیا حکمت ہے یہ وہی زیادہ بہتر جانتا ہے اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کی حکمتیں بتا دیں یا وہ امور جن کی حکمتیں عام فہم ہیں تو ہمیں ان ہی پر



اکتفاء کرنا چاہیے اور لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے اپنی جانب سے الفاظ قرآنی کے مختلف معانی نہیں گھڑنے چاہئیں۔

ڈاکٹر صاحب کی جہالت کا آپ اندازہ کیجئے کہ اسلام میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں ڈاکٹر جی کو یہ پتہ نہیں کہ پیغمبر، نبی اور رسول ایک اسلامی، شرعی اصطلاح ہے جو کہ خاص منہاج میں استعمال ہوتی ہے کسی نے ابھی تک مقدس، پاک ہستی، متقی آدمی کو پیغمبر نہیں کہا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب مقدس اور معتبر ہستی کو پیغمبر کہتا ہے بے شک حضرت مریم، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقدس ہستیاں ہیں ان کا اپنا مرتبہ اور درجہ ہے لیکن ان کو پیغمبر کسی نے نہیں کہا ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر جی کہتا ہے کہ میرے خیال میں سوال کا جواب ہوا جس سوال اور جواب میں کوئی مطابقت نہ ہو اس سے کیا جواب ملے گا۔

## 12۔ اسلام کے بہترین پیروکاروں میں سے

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اخراج

آپ کو اسلام کے متعلق صرف قرآن پاک اور مستند احادیث ہی کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرنا ہوگی یہی وہ دو ذرائع ہیں جنکی مدد سے اسلام کا صحیح مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے بہترین پیروکار اور اسلام کی خوبیوں کو جاننے کا بہترین پیمانہ صرف ایک ہستی ہے جو اللہ کے آخری نبی اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے سوا اور کسی کی نہیں ہے۔ (خطبات ڈاکرنا ایک ص 812)

ہم ڈاکٹر جی اپنی کتاب کے آخری صفحہ پر اپنی تحریک کا بنیادی نظریہ صحابہ کرام پر بد اعتمادی اور ان کے معیار حق نہ ہونے کا رافضی اور غیر مقلدانہ نظریہ غیر محسوس انداز میں پیش کر گئے کہ اسلام کے بہترین پیروکار صرف محمد ﷺ ہیں ان کے سوا کوئی اور ہستی نہیں۔ تو ڈاکٹر جی کے ہاں صحابہ کرام اسلام کے بہترین پیروکار اور نمونہ اور اسلام کے صحیح مطالعہ کے قابل نہیں معاذ اللہ تین طلاق کے مسئلہ میں بھی ڈاکٹر جی نے صاف کہہ دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر نہیں تھے جو محمد ﷺ نے فرمایا لہذا اہم کو قرآن اور صحیح حدیث پر عمل کرنا چاہیے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن اور صحیح حدیث پر نہ تھے لہذا ان کی بات ہمیں نہیں ماننی چاہیے (معاذ اللہ) جبکہ قرآن اور صحیح حدیث نے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قیامت تک کے لئے اسلام کے بہترین پیروکار اور امت کے لئے نمونہ اور معیار حق بنایا ہے



1۔ قرآن کہتا ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾ (سورۃ بقرہ: 138)۔

ترجمہ: پھر اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں جس طرح تم صحابہ ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت یاب ہو جائیں گے۔  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو دوسروں کے ایمان اور ہدایت کے لئے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے جب صحابہ ایمان و ہدایت میں کسوٹی و معیار ہیں تو اعمال میں بطریقہ اولیٰ معیار و کسوٹی ہیں۔

2۔ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (سورۃ آل عمران: 110)۔ ترجمہ: تم لوگ بہترین جماعت ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَوْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى لَقَالَ: أَنْتُمْ فَكُنَّا كُنَّا وَلَكِنْ قَالَ "كُنْتُمْ" عَاصَةً فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ.... (کنز العمال ص 238)  
اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انہیں فرماتے اس صورت میں پوری امت قیامت تک اس آیت کا مصداق ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ نے "كُنْتُمْ" فرمایا پس یہ آیت مخصوص ہے صحابہ کرام کے لئے اور باقی امت میں سے جو لوگ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلیں گے.....

اور ذاکر نائیک کہتا ہے کہ نہیں بہترین پیروکار صرف ایک ہی ہستی ہے محمد ﷺ کی۔

3۔ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ (توبہ 100)

ترجمہ:۔ اور جو پہلے جہاد میں اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور (باقی امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ساری امت کیلئے مقتدی اور نمونہ بنایا کہ جیسے اللہ صحابہ سے راضی ہے جو بھی صحابہ کے نقش قدم پر چلے گا اللہ اس سے بھی راضی ہوگا۔ جبکہ ذاکر نائیک کہتا ہے کہ اسلام کے صحیح مطالعہ کے لئے سوائے پیغمبر اسلام ﷺ کے دوسری کوئی ہستی نہیں تو جناب ڈاکٹر جی پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور پیغمبر نے اپنے زمانے میں صحابہ کی اتباع و پیروی کا حکم کیوں دیا۔

1۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يُلُونَنِي ثُمَّ الَّذِينَ يُلُونَهُمْ (مسلم ج 2 ص 309)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا سب سے بہترین طبقہ وہ ہے جو میرے ساتھ ہے (صحابہ کرام کا)۔  
جب کہ ذاکر نائیک کہتا ہے بہترین پیروکار صرف ایک ہستی ہے۔



2۔ اَصْحَابُ كِتَابٍ سَمِعُوا مِنْ رُسُلِهِمْ فَبَايَعُوهُمْ اَفْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ ص 554)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور ذاکر نائیک کہتا ہے ہم نے صرف قرآن اور صحیح حدیث پر عمل کرنا ہے (چونکہ غیر مقلدین (اہل حدیثوں) کے ہاں ردائض کی طرح صحابہ کرام کا قول و فعل حجت اور دلیل نہیں)

3۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَنِیْ وَ سُنَنِیِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِّیْنَ (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنتوں کی پیروی کرو۔

خود صاحب شریعت پیغمبر ﷺ فرما رہے ہیں میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو جبکہ (غیر مقلد) ذاکر نائیک کہتا ہے کہ نہیں ہم صرف قرآن اور صحیح حدیث کو لیں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل نہیں کریں گے ڈاکٹر جی اور ان جیسے دیگر تمام مستغرب ڈاکٹر و پروفیسر حضرات جو قرآن و حدیث کی تشریح اپنی عقل کے ذریعے اور یورپ کی یونیورسٹیوں سے درآمد شدہ نظریات و افکار کی روشنی میں کرتے ہیں ان کا مقصد صرف امت کو صحابہ کرام، اسلاف امت اور علماء حق سے بدظن کرنا اور دور کرنا اور کاٹنا ہے جن کی قربانیوں اور محنتوں کے نتیجے میں ہمیں اسلام کی دولت ملی۔

دین کا معاملہ بڑا حساس ہوتا ہے لہذا اس میں اس جملے (اچھی بات جس سے ملے لے لینی چاہیے) پر عمل کرنا گمراہی کا سبب ہوگا۔ بلکہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ جس سے وہ دینی علم کوئی عقیدہ یا مسئلہ سیکھ رہا ہے اسے دیکھے کہ وہ دینی علوم میں کیا اہلیت رکھتا ہے اور اس نے کن اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے کس ماحول میں اسکی پرورش ہوئی ہے اس کی وضع قطع لباس و ہیئت وغیرہ علماء و صلحاء وغیرہ سے میل کھاتی ہے؟ اور ہم عصر قابل اعتماد علماء کے ساتھ اس کے تعلقات کتنے اور کیسے ہیں اور ان مستند علماء کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے ان تمام باتوں کا اطمینان ہو جانے کے بعد دینی معاملے میں اس کی بات قابل اعتبار اور لائق عمل ٹھہرے گی۔ مشہور تابعی امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں اِنْ هَذَا لَعِلْمٌ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ یعنی دین کی باتوں کو سننے اور سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ خوب غور کر لو کہ کیسے لوگوں سے علم حاصل کر رہے ہو اور دین سیکھ رہے ہو۔ اب ڈاکٹر ذاکر نائیک کی قرآن و حدیث کی تعلیم کی سند بھی دیکھ لیں کہ ڈاکٹر جی نے قرآن و حدیث کا یہ علمی سرمایہ کہاں سے اور کن ماہرین قرآن و حدیث سے حاصل کیا۔



## تعارف ڈاکٹر ذاکر نائیک

ذاکر نائیک کا پورا نام ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک ہے 18 اکتوبر 1965ء کو انڈیا کے علاقے تنڈل سریش شمالی ونگری بمبئی میں پیدا ہوئے آج کل یہ شہر ممبئی کہلاتا ہے ڈاکٹر صاحب کا بچپن اور جوانی اسی شہر میں گزرے۔ عیسائیوں کے سینٹ پیٹرز ہائی سکول سے میٹرک کی اس کے بعد ہندوؤں کے کرشن چندر چیلے رام کالج سے F.S.C کی بعد ازاں بمبئی کے ناز ہسپتال سے وابستہ ٹوپی والا میڈیکل کالج سے انہوں نے طب کی تعلیم حاصل کی یوں انہیں یونیورسٹی آف بمبئی کی جانب سے M.B.B.S کی ڈگری ملی اس کے بعد ڈاکٹر جی نے علوم اسلامی اور تقابلی ادیان کا از خود مطالعہ شروع کیا۔

جی ہاں ڈاکٹر صاحب نے میڈیکل تو باقاعدہ مستند اور مستقل ادارے اور باہر اساتذہ سے پڑھی لیکن علوم اسلامیہ قرآن و حدیث کے حصول کے لیے نہ تو کسی مستند ادارے کی طرف سے تعلیم دی گئی نہ ہی قرآن و حدیث کے باہرین علماء سے اس کے سیکھنے کو ضروری سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اساتذہ میں کسی نامور مفسر قرآن یا محدث عالم ربانی کا نام نہ ملے گا۔ اور ان شخصیات کے عقائد و مسائل کو قرآن و سنت کی خلاف گردانتے ہیں جنہوں نے براہ راست نبی ﷺ سے یا نبی ﷺ کے شاگرد صحابہؓ سے قرآن و سنت کا علم حاصل کیا۔ بالخصوص امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بیان کردہ عقائد و مسائل جن کا علمی تعارف انتہائی مختصر الفاظ میں ہو چکا ہے۔

ملنے کا پتہ: جامعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مسلم آباد حویلیاں ایبٹ آباد  
جامع مسجد خلفائے راشدین رحمہم اللہ صہبہ کالا پانی جھٹڑی ایبٹ آباد  
مکتبہ اسلامیہ اڈہ گامی ایبٹ آباد

03219980850/03239002089